© rasailojaraid.com



شاہ بلیغ الدین

# حضرت ابولبابہؓ

ارشاد ہوا کہ ــــــ نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چل سکتے ہو نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں۔ اس لیے ہر ایک اپنی باری پوری کرے۔ یہ ارشادِ نبویؐ اس وقت ہوا جب اہلِ ایمان رزم گاہِ بدر کی طرف رواں دواں تھے۔ مجاہدین کے قافلے میں کل ستّر اونٹ، دو گھوڑے تھے۔ سواری اور بار برداری دونوں کے لیے انہی پر انحصار تھا۔ یہ بڑی تنگی اور پریشانی کے دن تھے۔ کون سی مشکل تھی جس سے مسلمان دوچار نہ تھے لیکن ان کے حوصلے کبھی پست نہ ہوئے۔

مدینے سے بدر تک اسّی نوّے میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ فیصلہ ہوا کہ کچھ راستہ پیدل اور کچھ سواری پر طے ہو۔ تین تین صحابہ کرامؓ کے حصے میں ایک اونٹ آیا۔ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جہاد پر نکلے تھے۔ قسمت دیکھیے کہ انہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ حبیب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آتی تو شمعِ نبویؐ کے پروانے ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو جاتے۔ عرض کرتے کہ ــــــ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہماری باری نذر ہے۔ آپؐ بیٹھے رہیں۔ ہمارے لیے تو یہی سعادت ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہے لیکن اللہ کے رسولؐ تو عدل وانصاف کا نمونہ اور میزانِ الٰہی کے پابند تھے۔ آپؐ وہی کرتے جو انصاف کا تقاضہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باری ختم ہو جاتی تو دوسروں سے فرماتے کہ اپنے حق سے استفادہ کرو۔ وابستگانِ دامنِ رحمت لاکھ اصرار کرتے لیکن آپؐ کسی کی حق تلفی روا نہ رکھتے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوۂ حسنہ تھا کہ بیت المقدس کے سفر کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غلام کی باری کا برابر خیال رکھا۔ تھوڑی دیر خود سواری کرتے اور تھوڑی دیر غلام سواری کرتا تو اونٹ کی نکیل تھام کر چلتے رہتے ــــــ یہی وہ ذہنی انقلاب ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

بدر کے راہی چلتے رہے تو حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عجیب کیفیتِ روحانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے سرشار تھے۔ دو دن کے سفر کے بعد روحا نامی جگہ اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈالا۔ یہاں ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو حکم ملا کہ ——— مدینہ لوٹ جاؤ! ابولبابہ رضؓ کی پریشانی دیکھنے کی تھی۔ کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ حکم کس خطا کی پاداش میں صادر ہوا تھا۔ یوم الفرقان میں شرکت کی سعادت سے محروم ہو رہے تھے۔ اس لیے اور بھی بے تاب تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ سزا نہیں جزا کی صورت ہے۔ اب وہ مدینے میں رہ کر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نماز پڑھائیں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیاب میں اسلامی مملکت کے سربراہ کی حیثیت سے کام کریں گے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ وہ بدر کی شرکت کا ثواب بھی لیں گے اور غنیمت کا حصہ بھی۔

غزوۂ بنی قینقاع اور غزوۂ سُویق کے موقع پر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ یہ دونوں مواقع ۲ھ ہجری میں بدر کی لڑائی کے بالکل بعد ہی میسر آئے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا۔ مسعودی نے انہیں قبیلۂ خزرج کا لکھا ہے۔ وہ آخری بیعتِ عقبہ میں شریک تھے۔ ان کا نام نقیبانِ انصار میں شامل ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے ایمان لے آئے۔ آخری بیعتِ عقبہ میں اُنہیں نقیب بنایا گیا۔ لُبابہ بیٹی کا نام تھا۔ ان کا اپنا نام بشیر یا رفاعہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔ پسماندگان میں دو لڑکے تھے ——— سائب اور عبدالرحمٰن تمام مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سات آٹھ دن بڑے یادگار گزرے ہیں۔ یہ ایسے دن تھے جب اُن کے پیروں میں زنجیر پڑی رہتی اور وہ مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ستون سے بندھے رہتے۔ صرف نماز اور طہارت کے لیے زنجیر کھول لیتے۔ ان کاموں سے فارغ ہوتے تو بیٹی سے فرماتے کہ ——— مجھے پھر سے باندھ دو! کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کمزوری اتنی بڑھ گئی تھی کہ زنجیر سے بندھے بندھے گر پڑتے تھے۔ مسلسل گریہ وزاری اور غذا چھوڑ دینے سے سماعت اور بصارت پر بھی اثر پڑا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ ۵ھ ہجری میں بنی قینقاع کا محاصرہ کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے مسلمانوں سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑ ڈالا تھا۔ بنی قینقاع اور بنی اوس میں بڑی دوستی تھی۔ اس لیے اُن لوگوں نے حضرت ابولبابہ رضؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے مشورہ کیا کہ حالات کے پیشِ نظر کیا فیصلہ کیا جائے؟ اسلام لانے کے بعد بنی قینقاع سے دوستی کا معاہدہ تو باقی نہ رہا تھا۔ پھر بھی پرانے تعلقات ایسے تھے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ ——— حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فوراً مان لو، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قتل ہو جاؤ۔ گفتگو ختم ہوئی تو انہیں احساس ہوا کہ ان سے غلطی ہوئی۔ انہیں یہ نہ کہنا چاہیئے تھا کہ وہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ بات رازداری کے خلاف تھی۔ اگرچہ ان کا مقصد نیک تھا۔ لیکن پھر بھی یہ بات اصول کے خلاف تھی کہ حکومت کی آئندہ حکمت عملی کا تذکرہ فریق مخالف سے کر دیا جائے۔ انہیں اس بات پر اس درجہ ندامت ہوئی کہ خود ہی اپنے لیے سزا تجویز کی اور دن رات استغفار میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دن اس حال میں گزرے تو صحابہ کرامؓ نے سارا قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنایا ارشاد ہوا کہ ــــــ جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن اگر وہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لیے بارگاہِ خداوندی میں استغفار کرتا!

حضرت ابولبابہ رضؓ نے دل میں یہ بات ٹھان رکھی تھی کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ کرے اسی طرح بندھے رہیں گے۔ روز بروز حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ سات آٹھ دن گزرے تھے کہ قبولیت کی گھڑی سی آئی۔ رسولِ برحق ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضؓ کے حجرے میں تھے کہ حضرت ام سلمہ رضؓ نے دیکھا کہ اللہ کے رسولؐ نزولِ وحی کے بعد مسکرانے لگے۔ ام المؤمنین نے کہا ــــــ یا رسولؐ اللہ! آپ ہمیشہ خوش و خرم رہیں لیکن یہ بتایئے کہ اس وقت مسرت کی کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ــــــ ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی۔ توبہ میں جو آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ ان کا مطلب ہے کہ ــــــ مسلمانو! تم اللہ و رسولؐ کے ساتھ خیانت کرو نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ جب کہ تمہیں یہ بتا دیا گیا ہے ــــــ خوب سمجھ لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے درجات بلند کرے گا اور تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

لمحوں میں اس وحی کا حال مدینۃ النبیؐ کے گلی کوچوں میں عام ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ میں جس نے یہ اطلاع سنی دوڑ کر مسجدِ نبویؐ پہنچا کہ اگر موقع ہو تو مل کر پہلے اپنے دوست کی زنجیر کھول دے۔ حضرت ابولبابہ رضؓ نے اپنے تمام مہربانوں کا خیر مقدم کیا لیکن ان سے فرمایا کہ ــــــ جب تک اللہ کے رسولؐ خود تشریف لا کر مجھے آزاد نہ کریں گے یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ صبح کی نماز ختم کر کے نبیؐ اللہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنے مبارک اور مقدس ہاتھوں سے حضرت ابولبابہ رضؓ کی زنجیر کھولی ــــــ یہ حضرت ابولبابہ رضؓ کی زندگی کے سب سے زیادہ مسرت افزا لمحے تھے۔ شکر و امتنان کے جذبے سے سرشار ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ ــــــ یا رسول اللہؐ! میں اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں۔ اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ کر اب میں آپؐ ہی کے پاس رہوں گا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ــــــ کل مال نہیں، ایک تہائی مال صدقہ کرو۔



© rasailojaraid.com